

مصائب وحوادث کا علاج

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی ایک نادر یادگار تحریر

آج کل ہر طرف آلام و مصائب اور افکار و حوادث کا جھوم ہے، مفلس اور متمول، مزدور اور سرمایہ دار، جاہل اور عالم، مریض اور تندرست، محکوم اور حاکم، عوام اور خواص سب ہی ان سے متاثر ہیں اور سکونِ قلب اور طمانیتِ خاطر کسی کو بھی نصیب نہیں (الامشاء اللہ) ہر شخص کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا ہے۔ پریشانی کی نوعیت مختلف ہے، کوئی تنگ دستی اور افلاس کا شکار ہے، کسی کی صحت خراب ہے، کوئی اولاد کی نالائق اور بد اطواری سے پریشان ہے، کسی کو بیوی کے ناروا طرز عمل کی شکایت ہے، کوئی شوہر کی بدسلوکی سے نالاں ہے، کسی کو اقارب و احباب کے نامناسب برتاؤ کا شکوہ ہے اور کسی کو کوئی دوسری فکر اور پریشانی لاحق ہے، غرض یہ ہے کہ:

آماجگاہ موجِ حوادث ہے آج کل پتلا بنا ہوا ہے غمِ روزگار کا

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصائب و حوادث سے کس طرح نجات ملے؟ اور سکونِ قلب کیسے حاصل ہو؟ اس سوال کا جواب دینے سے قبل یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ نزولِ حوادث و مصائب کا سبب کیا ہے؟ تاکہ اس کو دور کیا جاسکے، اس لیے کہ جب سبب دور ہو جائے گا تو مصائب اور حوادث سے خود بخود نجات مل جائے گی۔ یوں تو ہمارے بہت سے اصحاب فکر و نظر اور اربابِ حل و عقد بھی اپنے اپنے علم و فکر کے مطابق آئے دن ان تدابیر کے متعلق غور کرتے رہتے ہیں جن پر عمل کرنے سے بھی بنی نوع انسان کو پریشانیوں اور تکلیفوں سے نجات ملے اور فلاح و عافیت نصیب ہو۔ لیکن کیا وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہیں؟ اور یقیناً نہیں، وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ہمیشہ اصل مرض کی تشخیص اور ازالہ مرض کی تجویز میں ٹھوک کھائی، ان کی نظر صرف اسبابِ طبعیہ تک محدود رہتی ہے، اسبابِ اصلیہ تک نہیں پہنچتی مثلاً ان کا خیال ہے کہ اگر اولاد کی پیدائش پر پابندی عائد کر کے آبادی کے اضافے کو روک دیا جائے، زراعت کے جدید آلات استعمال کر کے اور کاشتکاری کے نئے نئے طریقے (جو ترقی یافتہ ممالک میں رائج ہیں) اختیار کر کے مزرعہ زمین کی پیداوار بڑھائی جائے، صنعت و حرفت کی ترقی اور بے روزگاری کے دور کرنے کے لیے نئے نئے کارخانے قائم کر لیے جائیں، سیلاب کو روکنے کے لیے بڑے بڑے مضبوط اور پختہ بند تعمیر کر لیے جائیں، حوادثِ اراضی کی روک تھام کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کر لی جائیں، جرائم کے انسداد کے لیے سخت اور مؤثر قدم اٹھائے جائیں، تعلیم کی کمی اور بے روزگاری کو دور کر دیا جائے، علاج کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کر دی جائیں..... تو موجودہ تکالیف کا سدباب اور زندگی کا معیار بلند ہو جائے گا اور انسان خوشحال اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگے گا ان تدابیر میں سے پہلی کے سوا اکثر وہ ہیں جو اسلامی شریعت کے نقطہ نظر سے جائز اور مستحسن ہیں اور انھیں ضرور اختیار کرنا چاہیے، لیکن یہاں ایک پہلو کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تمام تدبیریں ظاہری اور مادی ہیں اور مسلمان کے نقطہ نظر سے ہرگز کافی نہیں، قرآن و حدیث نے ہمیں اپنے مصائب اور مشکلات دور کرنے کا کچھ اور طریقہ بھی بتلایا ہے، افسوس ہے کہ

مسئلے کا یہ پہلو ہماری نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔ ان مادی وسائل کے اختیار کرنے کو کون منع کرتا ہے؟ اختیار کیجئے اور ضرور کیجئے، لیکن یہ یاد رکھیے کہ صرف یہ وسائل اصل سبب کے ازالہ کے لیے کافی نہیں۔ نزولی حوادث و مصائب کا سبب معلوم کرنے کے لیے جب ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو حسب ذیل آیات ہمارے سامنے آتی ہیں:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾
(خفگی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھادے تاکہ وہ باز آجائیں) لیکن کیا ہم اپنی بد اعمالیوں سے باز آ رہے ہیں؟ پھر جب سبب دور نہ ہو تو مسبب کیسے دور ہو سکتا ہے۔

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبْتُمْ أَيْدِيَكُمْ وَيَعْفُوا عَنْكُمْ﴾ (اور تم کو جو مصیبت پیش آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں سے کیے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے اور بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف ہی فرمادیتے ہیں) اللہ اللہ یہ سزا تو ہمارے بعض اعمال کی ہے اور بہت سے خطاؤں کو تو وہ معاف ہی فرماتے رہتے ہیں، اگر سارے گناہوں پر گرفت ہو کر تری تو کہاں ٹھکانا تھا، چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ يُوَخَّرُهُمُ إِلَىٰ آخِلٍ مُّسَمًّى فَيَأْتِيهِمْ فَيَأْتِيهِمْ فَيَأْتِيهِمْ فَيَأْتِيهِمْ فَيَأْتِيهِمْ﴾ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب دارو گیر اور مؤاخذہ فرمانے لگتے تو روئے زمین پر ایک تنفس کو نہ چھوڑتے، لیکن وہ ایک میعاد معین تک مہلت دے رہے ہیں، سو جب ان کی وہ میعاد آچنچگی اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لیں گے) لہذا ہم کو اس کا علاج کرنا چاہیے اور وہ علاج یہی ہے کہ اپنے اعمال سیر کو حسنات سے بدلا جائے اور گزشتہ گناہوں سے استغفار کیا جائے، واللہ اس کے سوا ان بلاؤں کا کوئی علاج نہیں:

بچ کنبج بے دو بے دام نیست جز خلوت گاہ حق آرام نیست
(خلوت گاہ حق یعنی تعلق مع اللہ کے سوا کہیں آرام نہیں۔)

کاش ہماری سمجھ میں یہ بات آجائے کہ یہ بلائیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے آرہی ہیں اور ان کا علاج تو توبہ و استغفار ترک معاصی اور دعا ہے۔ قرآن و حدیث میں مصائب کا جو اصل سبب اور ان کے ازالہ کی جو صحیح تدبیر بیان کی گئی ہے، اس سے صرف نظر اور درگردانی کر کے عقلائے زمانہ اصلاح حال کے لیے کتنی ہی اور کیسی ہی کوشش کیوں نہ کر لیں، راقم السطور کی یہ پیشین گوئی نوٹ کر لی جائے کہ ہرگز کامیاب نہ ہوں گے، مرض کی تشخیص صحیح نہ ہو تو علاج کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور عازم کعبہ اگر ترکستان کی طرف جانے والے راستہ پر چلنے لگے تو یہ یقین غلط نہیں کہ وہ منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا بلکہ اس سے بعید تر ہوتا چلا جائے گا۔ چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ جو غلط تدبیر اب تک اختیار کی گئی ان کا انجام یہی ہوا کہ اصلاح کی جگہ فساد بڑھتا رہا اور حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی چلی گئی: مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جب انسان صراط مستقیم سے بھٹک جائے اور عقل سے صحیح طور پر کام نہ لے تو اس کی رائے بھی غلط ہوگی اور عمل بھی۔ اس کو ایک مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں، مثلاً اگر کسی علاقے میں سیلاب یا طوفان آجائے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا صحیح علاج تو یہ ہے جائز ظاہری و مادی وسائل کو اختیار کرنے کے علاوہ ہم گزشتہ گناہوں سے استغفار کریں، جو گناہ کر رہے ہیں ان کو ترک کر دیں اور آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزی اور تضرع و زاری کے ساتھ ازالہ مصائب کے لیے دعا کریں اور اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی جائز اور بقدر وسعت و مجالش زیادہ سے زیادہ

مدد کریں۔ لیکن جب عقل پر پتھر پڑ جاتے ہیں تو یہ سیدھا اور صحیح علاج انسان کی سمجھ میں نہیں آتا اور وہ سیلاب و طوفان سے متاثر ہونے والے افراد کی مالی مدد کرنے کے لیے مثلاً ورائٹی شو اور ایکٹریسیوں کا بیچ کر اتا ہے اور کلکٹ فروخت کر کے یا کسی دوسرے طریقہ سے جو شرعاً ناجائز اور اللہ کو ناپسند ہو رقم حاصل کرتا ہے اور اس طرح اپنی ہمدردی کا ثبوت دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ انسان یہ جانتے اور مانتے ہوئے کہ گناہوں کی وجہ سے اللہ کا قہر و غضب نازل ہوتا ہے گناہوں کو ترک کر کے اللہ کو راضی کرنے کی بجائے پھر گناہ کر کے اس کے مزید قہر کو دعوت دے۔ اللہ کے قہر کو تو اللہ کا لطف ہی دور کر سکتا ہے اور وہ حاصل ہوتا ہے اور امر کے امتثال اور نواہی کے اجتناب سے۔

بہر حال سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن جیسا کہ کتاب و سنت سے ثابت ہے حقیقت ہے یہی کہ مصائب و حوادث (قحط، گرائی، پریشانی، بلاء، وباء، تباہی و بربادی، ہلاکت جان و مال، امساک باراں، پیداوار میں کمی وغیرہ) کا سبب حق سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی و عدول و معاصی (کثرت فواحش، زنا و مقدمات زنا، لواطت و مقدمات لواطت، سود، شراب، ناپ تول میں کمی اور زکوٰۃ نہ ادا کرنا وغیرہ) کا ارتکاب ہے۔ جس خطہ زمین پر زنا کاری، شراب نوشی، سود خوری، رشوت ستانی، بے حیائی و عمریانی، قتل و غارتگری، انخوا اعلام اور دوسرے فواحش و معاصی کی کثرت ہو، وہاں اللہ کی رحمت نازل ہوگی یا اس کا قہر و غضب؟:

اس زمین پر آگ اور انگر برسنے چاہئیں

برق گرنی چاہیے اژدہ برسنے چاہئیں

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو شخص تندرست ہے، صاحب اولاد ہے، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے، جس کے پاس کثیر دولت، شان دار مکانات، عمدہ اور نفیس ساز و سامان، بیش قیمت اور آرام دہ سواریاں اور ملازم و خدمت گار موجود ہیں اور جس کو جاہ و اقتدار، حکومت و عظمت اور سیادت و قیادت حاصل ہے، وہ بہت خوش قسمت ہے اور اس کو سکون قلب حاصل ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ تمام چیزیں اسبابِ راحت ہیں لیکن عینِ راحت نہیں، اسبابِ راحت اور راحت لازم و ملزوم نہیں، یعنی یہ ضروری نہیں کہ جہاں اسبابِ راحت موجود ہوں وہاں راحت بھی ہو، دنیا اپنے غلط معیار کی بنا پر جن لوگوں کی ظاہری کامیابی اور کامرانی پر رشک کرتی ہے ان کے حالات کا قریب سے مطالعہ اور مشاہدہ کیا جائے تو انسان بعض اوقات یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ یہ ناز و نعمت، عیش و عشرت اور آرام و راحت میں زندگی بسر کرنے والے، طوفانِ رنگ و بو میں غرق ہو جانے والے اور اپنے زعمِ باطل میں نعمت و قرض، جام و سیو سے زندگی کی تخیلوں کو دور کرنے کی کوشش کرنے والے اپنے پہلو میں کس قدر بے چین اور بے قرار دل رکھتے ہیں اور زندگی کی حقیقی لذتوں اور مسرتوں سے کس درجہ محروم اور نا آشنا ہیں، اسبابِ راحت کو لے کر کوئی کیا کرے؟ اس سے ثابت ہوا کہ اسبابِ راحت مقصود بالذات نہیں مقصود بالغیر ہیں۔

پھر وہ کون سا طریقہ ہے جس سے سکون قلب یقینی طور پر حاصل ہو جائے؟ اس کا جواب نہ سائنس دانوں کے پاس ہے اور نہ راباب علم و حکمت کے پاس، اس کا جواب بھی قرآن ہی میں ہے، چنانچہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَظِيمًا وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا كُتِبَ لَهُمْ لَا يَخْلِفُونَ الْأَمْرَ جَاءَهُمْ فَهُمْ لَا يَمُوتُونَ﴾ (خوب سن لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے) ہم تلاش کرتے ہیں سکون قلب کو اعلیٰ درجہ کے ماکولات و مشروبات، ملبوسات و مسکونات، دولت و ثروت میں، حکومت و سلطنت اور قیادت و امارت میں، حالانکہ یہ دولت صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنی جدوجہد اور سعی کاوش سے اسبابِ راحت جمع کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تب بھی بغیر ترکِ معاصی اور رجوع الی اللہ، تعلق مع اللہ اور ذکر اللہ کے نہ تو آپ کو نعم و اندوہ سے نجات ملے گی اور نہ سکون خاطر نصیب ہوگا: اے کاش تیرے دل میں اتر جائے میری بات